ایران: کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا؟

شاھرام چوبن*

تلخیص: سید محمد قاسم

ایران جغرافیائی طور پر ایک محفوظ خطے میں واقع ہے۔ تاریخی طور پر اس کا کوئی دشمن نہیں، نہ ہی یہ خود کوئی جارحانہ عزائم رکھتا ہے۔ اس کی سرحدیں کسی مستقل نوعیت کی کشیدگی کی زد میں نہیں۔ یہ ایک منفرد تہذیبی ورثہ رکھتا ہے۔ اس کے معاشرے میں مکمل ہم آہنگی ہے جس سے کئی پڑوسی ممالک محروم ہیں۔ ماضی کی تلخ یادوں کی کرید اور نئے چیلنجوں کے نظریاتی پہلوؤں پر حد سے زیادہ توجہ کی بنا پر ایران اپنے اس عظیم سرمائے کو نفع بخش طور پر استعمال کرنے میں ناکام رہا ہے۔ چنانچہ اس کی صلاحیت کار بڑی حد تک ضائع ہوگئی ہے۔ دورِ حاضر کے عظیم چیلنج عالمگیریت (Globalization) کی جانب پیش رفت ایران کے بہترین مفاد میں ہوسکتی ہے۔ اسے سمجھ لینا چاہیے کہ نعرے بازی اور ماضی و حال کے دشمنوں پر لعنت ملامت اس کے مسائل کا حل نہیں ہے۔ کیا ایرانی قیادت اپنی موجودہ کارکردگی کی بنیاد پر خود کو عوامی محاسبہ کے لیے پیش کرسکتی ہے کہ کیا ایک اسلامی مرکز ہونے کے ناطے ایران کو اقوام کی برادری میں اس کا جائز مقام حاصل ہوگیا ہے؟

ایران گزشتہ عشرے میں ایک نمایاں ملک کے طور پر ابھرا ہے تاہم اسے ایک عام (normal) ریاست بننے کے لیے ابھی کافی فاصلہ طے کرنا ہے۔ اسے اپنے مفادات کے تعین اور تحفظ کے لیے بہت صبر وتحمل سے کام لینا ہوگا۔ ایران میں اس وقت بھی قومی مفادات کے تعین کی کشمکش جاری ہے۔ ایران کی ماضی کی غلطیاں اس کے مخصوص ذہنی رجحان کا نتیجہ تھیں۔ اب یادِ ماضی کے اس عذاب کو باندھ کر ایک طرف رکھ دینے کی ضرورت ہے۔ حالیہ غلطیاں بہرحال اہمیت رکھتی ہیں۔ قومیں عزت و وقار بڑی مشکل

* Shahram Chubin, "Iran's Strategic Predicament", Web: http://www.mideasti.org/articles/chubin.html, pages: 16.

سے حاصل کرتی ہیں مگر گنوانے میں دیر نہیں لگتی۔ اگر ایران باقی دنیا سے تعلقات اور رابطے برقرار رکھنا چاہتا ہے تو اسے خود یہ اندازہ لگانا ہوگا کہ اس کے "انقلابی دور" کی مدت کتنی ہے۔ عام طور پر مقاصد متعین کر کے ان کی تکمیل کے لیے وسائل فراہم کرنے کی حکمتِ عملی وضع کی جاتی ہے۔ طویل المیعاد اور قلیل المیعاد اہداف مقرر کیے جاتے ہیں مگر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ حکومت کے مقاصد کا وسائل و ذرائع سے واسطہ نہیں ہے۔ نہ ہی اس کی مجموعی حکمتِ عملی حقائق کی بنیاد پر مرتب ہوتی ہے۔ عراق کے ساتھ لڑی گئی جنگ (۸۸-۱۹۸۰ء) کی حکمتِ عملی لڑنے کے بجائے جنگ نہ لڑنے کے خیال پر مبنی دکھائی دیتی ہے۔ یہ اندازہ قائم کرنے کی وجوہات حسبِ ذیل ہیں:

- عین اس وقت جب صدر صدام حسین کی جانب سے ایران کو تباہ کرنے کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ ایران نے امریکہ سے گیارہ ارب ڈالر مالیت کے ہتھیاروں کی درآمد کا معاہدہ منسوخ کر دیا۔
- امریکی سفارتی عملے کو ۱۹۷۹ء میں یرغمال بنانے کی کارروائی سے یہ بات یقینی تھی کہ ایران جنگ میں الجھا تو اسے واشنگٹن کی جانب سے کوئی ہمدردی حاصل نہیں ہوگی۔
- ایران نے اپنی فوجوں کو سیاسی بنیاد پر استوار کیا۔ اعلیٰ اور تجربہ کار افسران کو برطرف کر دیا گیا۔ یہ مفروضہ قائم کیا گیا کہ مضبوط ایمان وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو جدید ٹیکنالوجی اور مہارت نہیں کر سکتی۔
- ایران نے ۸۸-۱۹۸۲ء کے چھ سالہ عرصے میں اپنی فتح کو شکست میں بدل دیا۔ حتیٰ کہ اس وقت کے سپیکر اور بعد میں صدر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی کو یہ کہنا پڑا کہ "ہم نے اتنا بڑا نوالہ منہ میں ڈال لیا ہے جسے ہم چبا نہیں سکتے"۔
- جنگ کو خلیج کی ریاستوں کی جانب بڑھاتے ہوئے ۸۸-۱۹۸۷ء میں ٹینکر وار کے ذریعے ایران نے امریکہ کو مشتعل کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح ایرانی قیادت صدر صدام کے ہاتھوں میں کھلونا بنی اور عالمی برادری ایک بار پھر ایران کے خلاف ہوگئی۔
- ایران نے خلیجی ریاستوں میں غیر روایتی جنگ کا طریقہ اپناتے ہوئے ان حکومتوں کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کی۔

ایسی حماقتوں کی داستان بڑی طویل ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کامیاب جنگی حکمتِ عملی

اپنانے کے بجائے ایران محض خود پسندی کی جانب گامزن رہا۔

عالمگیریت(Globalization) کے پس منظر میں

بین الاقوامی تعلقات میں عالمگیریت(Globalization) کے رجحان نے ایک معیار قائم کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ ممالک ہیں جو سیاسی اور اقتصادی اصلاحات کے عمل سے گزر رہے ہیں اور ترقی یافتہ اور جمہوری اقوام کی صف میں شامل ہونے والے ہیں۔ دوسری جانب وہ ممالک ہیں جنھوں نے ان اقدار کو قبول نہیں کیا۔ مستقبل میں وہی ریاستیں کامیاب تصور کی جائیں گی جو دورِ حاضر کے چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے کی اہل ہوں۔ اس لیے آئندہ چیلنجوں کا صحیح اندازہ لگانا نہایت ضروری ہے۔

مستقبل قریب میں سرمائے کی منتقلی ریاستوں کے لیے پریشان کن مسئلہ بن جائے گی۔ سرمائے پر ریاستی گرفت ڈھیلی ہو جائے گی۔ منڈی کے مقابلے کے رجحانات کے مطابق انہیں چلنا پڑے گا۔ اقتصادی پالیسیوں کو شفاف بنانا ہوگا۔ داخلی اور خارجی پالیسیوں کو الگ الگ نہیں رکھا جا سکے گا۔ ہر پالیسی دوسری پالیسی پر اثر انداز ہوگی۔

اطلاعاتی مواصلات کی ترقی سے اقتصادی میدان میں ایک نیا دھماکہ ہوا ہے۔ ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، فیکس اور انٹرنیٹ ایک نئی قوت کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ اقتصادی اطلاعات اور علم کی کشش نے دباؤ کی طاقت کی جگہ لے لی ہے۔ اسے سافٹ پاور (Soft Power) بھی کہا جاتا ہے۔ آئندہ کسی بھی تمدن کی کشش ہی اس کی مقبولیت کا ذریعہ ہوگی۔ عالمگیریت پر امریکی بالادستی دکھائی دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالمگیریت اور عالمی منڈیوں کے پیدا ہونے والے مسائل کا ماہرانہ حل امریکی اداروں ہی میں دریافت کیا جاتا ہے۔

ادھر ایران کے لیے سیدھا راستہ یہی ہے کہ وہ ان تمام تبدیلیوں سے جن کا یہاں ذکر کیا گیا ہے خود کو ہم آہنگ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ بصورت دیگر پوری قوت سے ان کی مزاحمت کا سامان کرے۔ ایسا کرتے ہوئے اسے اس کی قیمت بحر حال چکانا ہوگی۔ ایران کے نظریات اور نعروں کی کوئی حیثیت ہے تو وہ اس کی آزادی اور خود انحصاری کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اس ریاست کے بارے میں کیا کہا جائے گا

جس کی نوے فی صد آمدنی کا دارومدار تیل کی فروخت پر ہے۔ تیل کی طلب اور قیمت کا تعین عالمی منڈی کی صورت حال سے ہوتا ہے۔ ایسی ریاست کیسے آزاد ہوگی جس کی نگاہیں دوسروں پر انحصار کرنے والی عالمی منڈی کے ہاتھ میں ہوں۔ ایک روز ایران کے لیے تیل فروخت کرنا ایک واہمہ ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ ایک تاریخی المیہ ہے کہ بعض ریاستوں کو ملنے والی آزادی جلد ہی سراب ثابت ہوئی۔ وہ ممالک بھی ہیں جنہوں نے بڑی خودسری دکھائی اور اپنے اختیارات کا کچھ حصہ دوسروں کو دینے سے گریز کیا۔ عالمی معاشی تبدیلیوں سے خوفزدہ رہے۔ اپنی ضروریات کو محدود کرلیا اور دنیا سے کٹ کر رہ گئے۔ برما، شمالی کوریا اور کیوبا وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

ایران تہذیبی یلغار کو ہلاکت خیز سمجھتا ہے۔ اس کی نظر میں مغربی ذرائع ابلاغ سے ہونے والی تہذیبی یلغار، بحری بیڑوں اور جنگی طیاروں کے حملوں سے بھی زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہے۔ اس کا مقصد فسق و فجور کی تخم ریزی کرنا اور اسلام کے دشمنوں کی بالادستی کی راہ ہموار کرنا ہے۔ ایران خود کو جس آفاقی تمدن سے الگ رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اسے بعض مماثلتوں کے باوجود امریکی تہذیب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بیکار کی سوچ ہے۔ اس سے نہ تو ایرانی قیادت کو کوئی فائدہ پہنچے گا نہ ہی ایران کی ترقی میں کوئی مدد ملے گی بلکہ اس سے ہم آہنگی میں ناکامی پر عوام میں مایوسی پھیلے گی۔ ایران خود کو بین الاقوامی سازشوں کا نشانہ سمجھتا ہے جو اس کی خودمختاری کو سلب کرنے کے لیے کی جارہی ہیں۔ وہ اسے ایسا عالمی چیلنج نہیں سمجھتا جو ہر ریاست سے مثبت جواب کی توقع رکھتا ہے۔ خود پسندی اور اپنی ذات میں گم ہونے کے رجحان نے ایران کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کردی ہے۔

علاقائی تناظر

ایران اگرچہ جغرافیائی لحاظ سے ایک خوش قسمت ملک ہے۔ اسے گردوپیش سے کوئی بڑا خطرہ نہیں۔ اس کے باوجود ایران کو دو اہم خطرات کا سامنا ہے۔ عراق نے اجتماعی تباہی کے ہتھیار بنا لیے ہیں۔ پاکستان اور بھارت بھی ایٹمی دوڑ میں شریک ہو چکے ہیں۔ ایران اور عراق کے درمیان سرحدی تنازعات بدستور موجود ہیں۔ عراقی شیعوں سے شمالی کردوں تک بننے والی پوری کمان جو ترکی، آذربائیجان

اور آرمینیا سے گزرتی ہے تضادات اور نسلی اختلافات سے پُر ہے۔ ایران مشرق اور مغرب میں بیس مہاجرین کی میزبانی کر رہا ہے۔ عراق ہتھیاروں اور فرقہ وارانہ ذرائع سے ایران کو انتشار کا شکار کر سکتا ہے۔ ترکی اور اسرائیل کے بڑھتے ہوئے تعلقات بھی ایران کے لیے پریشانی کا باعث ہیں۔ یہ ایران اور شام کے تعلقات کو بھی متاثر کر سکتے ہیں۔

دوسری جانب مشرقِ وسطیٰ جدید تصورات سے دور رہنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ ریاستیں بھی تیل کی آمدنی پر انحصار کرتی ہیں اور اپنی موجودہ مراعات اور اعانتوں میں کمی کے لیے تیار نہیں۔ اگر متحرک نجی شعبہ وجود میں آ جائے تو اس کے معاشی اور سیاسی اثرات بھی ہوں گے۔ معاملات شفاف اور قانون کی حکمرانی قائم ہوگی۔ ان کی صوابدید پر ہے کہ وہ کون سا رستہ اختیار کرتے ہیں۔ ایران کی پینسٹھ فی صد آبادی پچیس سال سے کم عمر کی ہے۔ اسے تعلیم، خوراک اور روزگار کی ضرورت ہے۔ اس کا گزارہ محض نعروں پر نہیں ہو سکتا۔ اسے ازراہِ مہربانی نہیں حق کے طور پر آزادی بھی ملنی چاہیے۔ ایران کی قومی سلامتی کے مسائل مشرقِ وسطیٰ کے دیگر ممالک سے ملتے جلتے ہیں۔ ماحولیات اور آبی وسائل کا بھی ہر ریاست کو سامنا ہے۔ ایران کو ازسرِ نو اپنی ترجیحات کا تعین کرنا ہوگا۔ جب یہ قوم انقلاب کے مرحلے کو طے کر چکے گی تو اسے اپنی ان ضروریات کا شدت سے احساس ہوگا۔

ایران کے دفاعی اہداف

ہر ریاست اپنی ضرورت سے زیادہ تحفظ و سلامتی کا بندوبست کرنا چاہتی ہے۔ اس طرح وہ گرد و پیش کے ممالک اور عالمی برادری سے معاملات نمٹانے کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ بعض ریاستیں اپنے حقیقی وزن سے زیادہ کارکردگی دکھانے اور اپنی اہمیت جتانے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ بڑی طاقت بننے کی اہل نہیں ہوتیں، خواہش مند ضرور ہوتی ہیں۔ ایران کو بعض صورتوں میں فوقیت حاصل ہے کہ کسی فورم پر اپنی مقبولیت کے مظاہرے کی ضرورت نہیں۔ وہ نہ تو کسی دولت مشترکہ کا رکن ہے، نہ ہی اس کا انحصار کسی اور ملک پر ہے۔ یہ اپنے اسلامی انقلاب کو معاشرتی انصاف کے ذریعے کے طور پر متعارف کراتا ہے۔ یہ اپنے کلچر کو کسی بیرونی دھمکی اور دباؤ سے آزاد رکھنا چاہتا ہے۔ تاہم اس کی یہ خود پسندی اور آزادروی دوسری

ریاستوں خصوصاً خلیجی ریاستوں میں دخل اندازی کی آزادی کا مطالبہ سمجھی جاتی ہے۔

ایران ایک زود رنج اور شکایات کی گٹھڑی ہے۔ یہ بات اس کی پالیسیوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ خود پسندی کا شکار ہو کر خود کو حق اور انصاف پر گامزن ظاہر کرتا ہے۔ یہ بات زیادتی اور تاریخی شکایات کے ازالے پر آمادہ کرتی ہے۔ مظلومیت کا احساس اسے دہشت گردی اور بربریت کی طرف لے جاتا ہے۔ ایران کی قیادت کو اپنے دکھوں اور تکلیفوں کا الزام کسی دوسرے پر دھرنا کسی بھی طرح زیب نہیں دیتا، کیونکہ وہ خود اس کی ذمہ دار ہے۔ جب ایران دوسرے ممالک میں اپنے پروپیگنڈہ کے لیے جگہ بناتا ہے تو وہ دوسروں کی اس حرکت پر نالاں کیوں ہے۔

روس نے تاریخی طور پر ایران کو انوکھی حیثیت میں دیکھتے ہوئے اس کی پیٹھ ٹھونکی۔ خصوصاً امریکیوں کو یرغمال بنانے اور دہشت گردی کے حوالے سے۔ اس طرح اسے زیادہ خطرناک بنا دیا۔ ایرانی قیادت نے زود رنجی اور مظلومیت کے کلچر کو فروغ دے کر اپنی کمزوریوں اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ عالمی تبدیلیوں کو ایران کے خلاف عالمی سازش قرار دیا۔ یہ بات اسے حقائق سے دور لے گئی۔ انقلابی ریاستوں کی مجبوری ہے کہ وہ تنہائی پسند ہوتی ہیں اور اپنے خیالات کو ہی حرف آخر سمجھتی ہیں اور تاریخی ناانصافیوں کے خلاف لڑتی رہتی ہیں۔

دفاع اور سلامتی کی حکمت عملی

ایران اور ترکی دو غیر عرب ممالک کے درمیان ۱۹۴۵ء سے ۱۹۷۹ء تک گہری دوستی تھی اور یہ مغرب سے قربت رکھتے تھے۔ اب کرد ورکر پارٹی PKK کی حمایت کر کے ایران ترکی سے دور ہو گیا۔ اسرائیل نے ترکی کے جرنیلوں کو راستہ سمجھایا کہ PKK کے جلاوطن لیڈر عبداللہ اوجلان کو شام سے نکلوا کر مسئلے کو مستقل طور پر حل کر دیں۔ اس طرح شام کو ایران کے مفاد کے خلاف کام کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ایران کے مفاد میں ہوگا کہ ترکی کے ساتھ اپنے تعلقات اچھے کرے اور شام کے ساتھ موہوم دفاعی اتحاد بھی برقرار رکھے۔

عراق ایک دوسرا معاملہ ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس کے ساتھ جنگ کے اثرات ابھی

باقی ہیں۔اجتماعی تباہ کاری کے ہتھیار اور عراقی شیعوں کا ایران میں اثر ورسوخ بھی اہمیت رکھتا ہے۔ان دو مسائل کے علاوہ ایران کی دفاع اور سلامتی سے متعلق بہت سے اور عمومی مسائل بھی ہیں جنہیں ایران کے پالیسی ساز اداروں کو پیش نظر رکھنا چاہیے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

- ملکی سرحدوں کے دفاع اور سلامتی کے مسائل کا حقیقی اندازہ کرنا کہ سرحدوں کے تحفظ کے لیے کتنی توجہ چاہیے اور قوت کے اظہار کے لیے کیا کچھ کرنا ضروری ہے۔سرحدوں کا دفاع پیشہ ورانہ فوج کے ذریعے کرنا ہے یا عوامی جنگ کے ذریعے۔اجتماعی تباہی کے ہتھیاروں سے دفاع جوابی کاروائی سے کرنا ہے یا ایسے ہتھیاروں کے استعمال کو مسترد کر کے کرنا ہے۔
- دور دراز علاقوں کے دفاع کے لیے تیز رفتاری سے فوج بھیجنے کا انتظام اور ہتھیاروں کی نوعیت کا تعین کرنا۔افواج کے مشترکہ آپریشن کی صلاحیت کو بہتر بنانا۔
- آبادی میں بے روزگاری عام ہو تو کیا جبری بھرتی ضروری ہے؟ باقاعدہ فوج میں اضافہ کے عسکری، معاشرتی اور اقتصادی فوائد کیا ہیں؟ کیا باقاعدہ فوج اور رضا کاروں کو اکٹھا رکھنا فوجی لحاظ سے ضروری ہے؟ نیز کیا ٹیکنالوجی اور ہتھیاروں پر ضروری غور وخوض کیا گیا ہے اور فوج کی تعداد اور اہلیت میں توازن موجود ہے؟
- ہتھیاروں کو خود بنانے پر جو لاگت آتی ہے وہ ملکی وسائل پر غیر ضروری بوجھ ہے۔بیرون ملک سے جدید ہتھیار مل سکتے ہیں اور حسب ضرورت نت نئی ٹیکنالوجی سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔تاہم ایسے ہتھیار خریدنا اور ان کی مرمت اور اضافی پرزہ جات وغیرہ کے مسائل اہم ہیں۔داخلی طور پر ہتھیاروں کی تیاری سیاسی طور پر مفید ہوتی ہے۔جدید ٹیکنالوجی دیگر کمزوریوں کا مداوا نہیں کرتی البتہ موجود وسائل کے استعمال کو موثر بنا دیتی ہے۔
- ایران کی فوج پر جمہوری حکومت کے موثر کنٹرول کی ضرورت ہے۔فوج کی وفاداری ملک کے ساتھ ہونی چاہیے نہ کہ سیاسی قیادت کے ساتھ۔سیاسی مداخلت نے فوج کے مشن کو دھندلا دیا ہے۔پاسداران کو قومی تعمیر نو کے کام میں لگا دیا گیا ہے جو اچھے سپاہیوں سے زیادہ مہم جو ثابت ہو رہے ہیں۔۹۹ - ۱۹۹۸ء میں پاسداران نے فوج کے برخلاف خصوصی حق استعمال کرتے ہوئے سیاسی بیانات اور تنبیہات جاری کیں۔

داخلی امور میں فوجی مداخلت ایسے معاشروں میں ناپسندیدہ سمجھی جاتی ہے جو جمہوریت کی طرف گامزن ہوں۔ موجودہ صورت حال فوج کے لیے قومی دفاع پر توجہ دینے میں رکاوٹ ہے۔

• دفاعی حکمت عملی سادہ مسئلہ نہیں۔ ایران کو دیکھنا ہوگا کہ اجتماعی تباہی کے ہتھیار رکھنا کیا اس کے دفاع اور سلامتی کے مفاد میں ہے؟ کیا میزائلوں کا فروغ علاقے میں قابل قبول ہوگا۔ ایران میں عراق اور اسرائیل کے ساتھ غیر متوقع اور غلط اندازوں پر مبارزت کے امکانات کو کم کرنے کے لیے کم ہی محرک موجود ہے۔ ہتھیاروں پر کنٹرول دوطرفہ بردباری قائم کرتا ہے۔ موجودہ ایران میں اتنا حوصلہ مفقود ہے۔ عراق میں ''مجاہدین خلق'' (MKO) کے خلاف جون ۱۹۹۹ء میں ایران نے سکڈ میزائل استعمال کیے جو اس کی نا سمجھی کی دلیل ہے۔ کیا ایران کے لیے دوسرے ملکوں سے میزائل جنگ وارے میں ہے۔ اگر وہ میزائل حملے کرتا ہے تو ترکی کی جانب سے PKK پر ہوئی حملوں کی مخالفت کس طرح کر سکتا ہے۔ ۱۹۹۸ء میں ایران نے افغانستان کی سرحد پر فوج کھڑی کی تو طالبان نے تہران پر میزائل داغنے کی دھمکی دی۔ اس لیے دفاعی اور سلامتی کی پالیسی بناتے ہوئے دوررس نتائج پر نظر رکھنی چاہیے۔

ایرانی معاشرہ اور ریاست

۱۹۸۰ء میں ایران میں اسلامی انقلاب عروج پر تھا جب نئی اور شفاف پالیسیوں کی تشکیل ہو رہی تھی۔ ایران استحصال زدہ قوموں کے لیے مثال بن کر ابھرا، جہاں عوام کی قسمت خود ان کے ہاتھ میں تھی۔ وہ تمام خرابیوں اور برائیوں کی جڑ سابق شاہی دور کو ٹھہرا رہے تھے۔ ایک نیا نظام تو قائم ہوا، مگر وہ معاشرے کے مطالبات کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ کوئی بھی عذر تراشا جائے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایران کی معیشت مستقل طور پر زوال پذیر ہے۔ مسلط کردہ جنگ کو عوامی سطح پر لے آنا، عالمی پابندیوں کی وجہ سے اشیا کی قلت، سرکاری مداخلت کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابیاں معیشت کی تباہی کا باعث بنیں۔ تیل کی گرتی ہوئی منڈی نے اس پر اور برا اثر ڈالا۔ اگر ایران میں تعلیم کی شرح اور معیار بلند ہوتا تو یہ بھارت کی طرح افرادی قوت برامد کر کے معیشت کو بہتر بنا سکتا تھا۔ اس کی بدقسمتی اسے کیوبا اور فلپائن بنا سکتی ہے۔ ارجنٹائن کی طرح اس کا شاندار مستقبل گہنا گیا ہے۔ کیا بیرونی شیطانوں کو اپنی نااہلی کا ذمہ دار ٹھہرا کر

حقیقت سے منہ پھیرا جاسکتا ہے؟

عالمگیر یت کا تمدن اپنی تمام تر خرابیوں کے باوجود منڈیوں میں مقابلے کا رجحان پیدا کرتا ہے نظم و ضبط اور شفاف عمل کی راہ ہموار کرتا ہے، قانون کی حکمرانی اور ضابطوں کی پابندی سکھاتا ہے۔ یہ سب کچھ ایران کے بہترین مفاد میں ہے۔ پہلے جو کچھ کسی حق اور معیار کے بغیر حاصل کیا جاتا تھا اب وہ سب کچھ کارکردگی اور جواز کی بنیاد پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ پہلے جائز ہونے کے لیے وعدہ کافی سمجھا جاتا تھا، اب جائز حق وہ ہوگا جو کارکردگی سے سامنے آئے گا۔ کئی ایرانی سمجھتے ہوں گے کہ ایران نے اب تک جو کچھ کیا ہے اسے مثالی ریاست بنانے کے لیے کافی ہے۔ اسے اسلامی سلطنت ہونے کے ناطے اندرون ملک بہت کچھ کرنا ہے۔

حکمت عملی وضع کرنے کی حدود و قیود

- بین الاقوامی تعلقات قومی حکمت عملی کی تشکیل سے خارج نہیں کیے جاسکتے، ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ گردو پیش کے ارضی جغرافیے کو تبدیل کرنا تو ممکن نہیں البتہ سیاسی جغرافیہ کو اپنے حق میں استوار کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے جغرافیائی سیاست میں ہونے والی تبدیلی پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔
- کوئی شاطرانہ چال حکمت عملی نہیں کہلاتی۔ اس کی مدت بہت مختصر ہوتی ہے۔ کسی چھوٹے مقصد کو حاصل کرنا کم ہی فائدہ مند ہوتا ہے۔ دشمنی کا اظہار کرتے رہنا اور مستقل دشنام طرازی کوئی ایسی پالیسی اور دانشمندی نہیں ہے۔ یہ باتیں خود کو مطمئن کرنے کا کام کرسکتی ہیں لیکن پائیدار حکمت عملی کی بنیاد نہیں بن سکتیں۔
- جذباتیت کسی مستحکم حکمت عملی کے لیے کارگر نہیں ہوتی۔ ایک حکومت، ایران پر حملے کرنے والے صدام حسین سے بات چیت پر آمادہ ہو جاتی ہے، جس کے خلاف رائے عامہ کو بھڑکایا گیا تھا۔ فلسطینیوں کے مسئلہ کو اپنا مسئلہ قرار دینے والی حکومت، فلسطین کی قانونی حکومت کے بارے میں ناقابل عمل پالیسی اختیار کیے ہوئے ہے۔ دوسری جانب کوسووا، افغانستان اور پھر عراق میں اقوام متحدہ کے معائنہ کاروں کے بارے میں جب اس کے مفادات امریکہ سے منطبق ہو جاتے ہیں تو ہچکچاہٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ ایران کو

ایسی پالیسیوں کی جو قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے وہ غیر معمولی ہے۔ ناکام پالیسیوں کو دہراتے رہنا حکمت عملی نہیں ہوتی۔ حکمت عملی واضح اور ولولہ انگیز مقاصد کے لیے وضع کی جاتی ہے۔

- شاطرانہ چالیں، غیر روایتی ہتھیاروں کا استعمال اور مذموم حملوں کا ارتکاب ریاست کی اخلاقی حیثیت کو مجروح کرتا ہے۔ اچھا ردِعمل، دوطرفہ عمل ہی سے سامنے آتا ہے۔ مسائل کو بات چیت، سفارت کاری اور تجارتی روابط کے ذریعے حل کرنا چاہیے۔
- قومی مفاد کے تحفظ اور عوامی تائید کے بغیر کوئی حکمت عملی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ ایسی حکمت عملی جو قومی مفاد کے بجائے قیادت کے مفادات کا تحفظ کرتی ہو، ریاست کے لیے مفید نہیں ہوسکتی۔

حکمت عملی اور سلامتی

حکمت عملی دراصل وسائل اور عظیم تر قومی مفادات کے درمیان ماہرانہ مطابقت پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔ ناگزیر ضرورت کے طور پر اختیار کردہ پالیسیوں اور اپنی صوابدید سے طے کردہ پالیسیوں میں فرق کیا جاسکتا ہے۔ کسی نظریاتی مجبوری کی بنا پر ناگزیر طور پر کسی نقصان کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔ لیکن صوابدید کے تحت اختیار کردہ پالیسیوں کی لاگت اور نقصانات وسائل سے کہیں زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ ایران کی حکمت عملی ایسے تمام نقائص سے پُر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایران کے اغراض و مقاصد اس کے وسائل سے مطابقت رکھیں۔ اس کے وسائل سے زیادہ مقررہ مقاصد کو محدود کیا جائے۔ یہ بات اس کی حکمت عملی کو حقیقت پسندانہ بنانے کی جانب پہلا قدم ہوگی۔

ایران کو گردوپیش سے سلامتی کا بڑا خطرہ درپیش نہیں۔ اس لیے اپنے وافر وسائل ضرر رسانی کی بجائے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔ وہ کتنے مفلوک الحال لوگوں کی مدد کر رہا ہے۔ تیسری دنیا کے غریب ممالک پر اسے کتنی رقم خرچ کرنی چاہیے۔ اخلاقی اقدار کے فروغ کے لیے اس کے بجٹ میں کتنا حصہ ہے۔

کسی بھی دوسرے ملک میں اثر و رسوخ کے لیے اپنے ملک میں اقتصادی استحکام اور داخلی طور پر اپنی حاکمیت کا جواز بنیادی شرائط ہیں۔ تیسری دنیا کے بعض ممالک جمہوریت کے فقدان اور داخلی خلفشار کی

وجہ سے دوسرے ممالک کی سلامتی کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ ناکام ریاستوں میں سیاسی بدنظمی، حکومت اور معاشرے کی سوچ میں دوری ظاہر کرتی ہے۔ اگر ایران دنیا میں موثر کردار ادا کرنا چاہتا ہے تو اسے معاشرتی اور سیاسی رشتوں میں مطابقت پیدا کرنی ہوگی اور سیاسی استحکام لانا ہوگا۔ اسلامی انقلاب کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھال کر، انفرادی اور اجتماعی حقوق وفرائض میں توازن پیدا کرنا ہوگا۔ ایسے احتسابی اداروں کو وجود میں لانا ہوگا جس میں ہر شخص کو نمائندگی کا حق حاصل ہو۔ ایسے اقدامات کے ذریعے وہ حقیقی سیاسی استحکام حاصل کرسکتا ہے۔ ایرانی قوم کو پیچھے جانے کی بجائے آگے جانے کی فکر کرنی چاہیے۔

[شاہرام چوبن - جنیوا سینٹر آف سیکیورٹی پالیسی کے ڈائریکٹر ریسرچ ہیں۔]